تحریک منہاج القرآن کا تصور دین

منہاج القرآن ویمن لیگ کے تنظیمات کیمپ سے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کا خصوصی خطاب

مرتّب: صاحبزادہ محمد حسین آزاد معاونت: مصباح کبیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

منہاج القرآن ویمن لیگ کے زیر اہتمام تنظیمات کے اس کیمپ میں پنجاب کے کم و بیش 60 شہروں سے آنے والی تمام بہنیں اور بیٹیاں جو اس کیمپ میں آج شریک ہیں ان سب کو خوش آمدید کہتا ہوں اور ان کی کئی دنوں کی تربیت پانے کے لئے یہاں حاضری اور اکتساب علم اور اکتساب فکر کی کاوشوں کی اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں قبولیت کی دعا کرتا ہوں۔ ہر چند میں ظاہری اورجسمانی طور پر آپ کے پاس موجود نہیں ہوں مگر میں کئی اعتبارات سے آپ کے ہی ساتھ ہوں اور آپ کے اندر ہی رہتا ہوں۔ مجھے بہت خوشی ہوئی کہ ویمن لیگ اپنا تربیتی، تعلیمی اور دعوتی سفر تسلسل کے ساتھ جاری رکھے ہوئے ہے اور ایک بات قابل ذکر ہے جو میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں۔ جومبنی برحق ہے کہ ویمن لیگ کی کارکردگی اور اس کے Results کسی لحاظ سے مردوں سے کم نہیں ہیں۔ 25 اگر نظامتیں ہیں تو 24 مردوں کے پاس ہیں مگر خواتین کا ایک ہی شعبہ ہے جس نے مردوں کو پیچھے چھوڑ دیا ہے۔ فروغ دعوت میں بھی ویمن لیگ کا ریکارڈ رہا ہے۔ تنظیمات قائم کرنے، افرادی قوت کے بڑھانے، مختلف کیمپس کو Organize کرنے اور عرفان القرآن کورسز کروانے میں بھی ویمن لیگ کی بیٹیاں سرفہرست نظر آتی ہیں جو بڑی مبارکباد کی مستحق ہیں اور اب میں یہ چاہتا ہوں کہ جتنی بہنیں اور بیٹیاں کم وبیش 200 کے قریب جو اس کیمپ میں آئی ہیں۔ ان میں سے ہر ایک بہن اور بیٹی مجسم ویمن لیگ بن کے جائے یعنی اجتماعی طور پر ویمن لیگ جو پورا کام کررہی ہے۔ آپ میں سے ہر ایک بہن، ہر ایک بیٹی پوری کی پوری ویمن لیگ بن کے جائے اپنے جذبات میں اپنی فکر میں دعوت میں، مشن کے درد میں، فہم میں، دعوت کے فروغ میں، ہر ہر محاذ پر ایک ایک بہن اور ایک بیٹی اتنا عزم لے کر جائے جتنا اجتماعی طور پر پوری ویمن لیگ کرتی ہے۔ اللہ پاک آپ کی توفیقات میں اضافہ فرمائے۔

چند چیزیں آپ کو بتانا ضروری ہیں جس کے لئے آپ جمع ہوئی ہیں۔ سب سے پہلے آپ کو یہ جاننا

ضروری ہے کہ تحریک منہاج القرآن دین کا Vision کیا دیتی ہے؟ بلکہ اس سے ایک قدم پہلے سے بات شروع کرتا ہوں کہ تحریک منہاج القرآن کس کس اسلامی عقیدہ کو فروغ دیتی ہے اور کس طرح فروغ دیتی ہے اور اس کی کس تعبیر اور تشریح کو فروغ دیتی ہے اس کی Perfect Communication ہونی چاہئے۔ پہلے اس عقیدہ کی تعبیر کو سمجھیں اور پھر اس کو فروغ دیں، عقیدہ کی جس تعبیر پر منہاج القرآن Emphasize کرتا ہے وہ متوسط اور معتدل عقیدہ ہے۔ یہ اعتدال، میانہ روی اور توسط کا عقیدہ کامل پختگی کے ساتھ ہے۔ اس عقیدہ میں جامعیت ہے۔ یہ یک طرفہ، جزوی یا انتہاء کی طرف جانے والا نہیں ہے۔ جسے تحریک منہاج القرآن فروغ دیتی ہے۔ اس وجہ سے اس عقیدہ کے ساتھ امت کا جو Character پیدا ہوگا۔ وہ امۃً وسطاً کا ہوگا اور اسی عقیدہ سے ہی اس امت کو عزت نصیب ہوگی۔ جس عقیدہ کی تعبیر پہ ہم زور دیتے ہیں اس کی خوبی یہ ہے کہ اس میں توحید جو پورے عقیدہ کی جان، روح اور مرکز ومحور ہے۔

تحریک منہاج القرآن اس عارفانہ توحید کے نور کو اجاگر کرتی ہے، نزاعی، اختلافی اور مناظرانہ توحید کو نہیں جس توحید اور عقیدہ توحید کے ذریعے اللہ کی معرفت، محبت، اطاعت، بندگی اور عبدیت کی قربت اور اس کی حضوری نصیب ہو۔ ہمارا Emphasize کرنا توحید کے اس Aspect پر ہے۔ اس لئے میں نے کہا کہ تحریک منہاج القرآن کے عقیدہ کے باب میں نور توحید اولین بات ہے۔ پھر اس کے بعد ربط ونسبت رسالت محمدی ﷺ ہے۔ آپ کی رسالت اور مرکز رسالت کے ساتھ محبت، ادب اور تعظیم وتکریم، اطاعت و اتباع اور پھر آپ کے دین کی خدمت و نصرت کی شکل میں ہر لحاظ سے آقا علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ اپنی محبت، نسبت اور ربط کو مضبوط سے مضبوط تر رکھنا ہے۔ چونکہ آج کے دور میں لوگ اللہ کے وجود اور اس کی وحدانیت میں بھی شکوک وشبہات پیدا کر رہے ہیں۔ جوں جوں Secularism اور Materialistic سوچ آرہی ہے تو مذہب کی ضرورت سے بھی انکار ہوتا جارہا ہے اور مذہب کی ضرورت سے انکار کا مطلب ہے اللہ کے وجود کا انکار۔ اپنے آپ کو اللہ کے بندہ سمجھنے کے تصور کا انکار اور اللہ کے احکام کے تابع سمجھنے کے تصور کا انکار۔ اس سے الوہیت اور بندے کی عبدیت کا جو پورا خیال اور مرکزی تصور ہے اس کو Negate کیا جارہا ہے تاکہ بندہ آزاد ہوکر خود خدا بن جائے اور وہ اپنی مرضی سے جو چاہے Operate کرے اور جو چاہے فیصلے کرے وہ اپنی رائے، اپنی Wisdom اپنی عقل کو ہی وحی کی جگہ بدل بنالے۔ اس لئے جب ہم تعلق باللہ کی بات کرتے ہیں اور نور توحید کو اجاگر کرنے کی بات کرتے ہیں تو اس کا مطلب بندے کو اس کی بندگی کا احساس دلانا ہے کہ وہ زندگی میں Operate کرے تو بندہ ہوکر، خدا نہ بنے بلکہ وہ اللہ کی وحی، اس کے احکام اور اس کے دین کے تابع ہو اور دین اور مذہب کا پٹہ کبھی گلے سے نہ اتارے۔

جب ہم ربط اور نسبت رسالت کی بات کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ ہماری پوری زندگی کسی کی غلامی میں ہے اور آقا علیہ الصلوۃ والسلام ہمارے آقا و مولا ہیں اور جو انہوں نے فرمایا ہم اس پر عمل کریں گے جو راہ انہوں نے دکھائی اس پر چلیں گے اور جس سے انہوں نے روکا اس سے رکیں گے تو کامل وفاداری اور محبت حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے ہو اور اطاعت و تابعداری حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی ذات سے ہو۔ یہ ایک نمایاں وصف ہے تحریک منہاج القرآن کا۔ اور جو میں نے جامعیت اور اعتدال کی بات کی وہ یہ کہ ایسے بعض لوگ ہیں جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ اپنے تعلق کو یا ان کی عظمت اور عقیدت کو اس طرح اجاگر کرتے ہیں کہ اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم کی نفی کر دیتے ہیں اور ایسا طبقہ بھی امت میں ہے جو اہل بیت کے ساتھ محبت اور عقیدت میں ایسا غلو کرتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تنقیص شان اور بے ادبی اور گستاخی کر کے ان سے Cut off ہو جاتا ہے۔

آقا علیہ الصلوۃ والسلام نے عملی طور پر صحابہ کرامؓ اور اہل بیت اطہارؓ کی شکل میں امت کے سامنے جو نمونے پیش کئے تھے۔ ان لوگوں نے ان نمونوں کو کاٹ دیا ہے۔ صحابہ کرامؓ اور اہل بیت اطہارؓ دونوں سے تمسک اور جڑے رہنے اور دونوں کی اتباع کی شکل میں آقا علیہ الصلوۃ والسلام کی سنت نصیب ہوتی ہے بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ اہل بیتؓ کے ساتھ تعلق بڑھے تو یہ چیز حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی محبت کی آئینہ دار ہے اور صحابہ کرامؓ سے عقیدت و تعظیم بڑھے تو یہ چیز حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی اتباع کی آئینہ دار ہے۔ باالفاظ دیگر محبت رسول ﷺ کی جھلک اہل بیت سے محبت و تعلق سے نمایاں ہوتی ہے۔ اتباع رسول ﷺ کی عکاسی صحابہ کرامؓ کی اتباع اور تعظیم و تکریم سے ہوتی ہے۔ ان دونوں کو یکجا کریں تو آقا علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ محبت اور اتباع کا تعلق ہوتا ہے۔ دونوں کامل اور یکجا ہو جاتے ہیں۔ لوگوں نے ان کو بھی چھوڑ دیا ہے۔ ایک کی اہمیت کو مانا اور دوسرے کی نفی کر دی مگر تحریک منہاج القرآن جس عقیدہ کی تعبیر کرتا ہے اس میں صحابہ کرامؓ اور اہل بیت اطہارؓ کی یکجائی ہے۔ ان میں جدائی نہیں ہے۔ پھر صحابہ کرامؓ اور اہل بیت اطہارؓ کا جب دور گزر گیا تو اس کے بعد 1400 سالہ تاریخ میں پھر آقا علیہ الصلوۃ والسلام نے امت کو نمونے دیئے جس کو قرآن نے اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ (الفاتحہ، ۱: ۵،۶) کہا کہ ''ہمیں سیدھا راستہ دکھا۔ ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام فرمایا''۔ (عرفان القرآن)

انعام یافتہ بندوں کے بارے میں فرمایا:

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ. (النساء، ۴: ۶۹)

''اور جو کوئی اللہ اور رسول (ﷺ) کی اطاعت کرے تو یہی لوگ (روز قیامت) ان (ہستیوں) کے ساتھ ہونگے جن پر اللہ نے خاص انعام فرمایا ہے جو کہ انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین ہیں''۔ (عرفان القرآن)

یہاں پر صرف وہ شہداء مراد نہیں ہیں جو جان دے کر شہید ہوگئے۔ یہ تو ایک شہادت ہے جو جان دے کر شہادت ملتی ہے اور ایک شہادت اس سے بھی مقدم ہے کہ عمر بھر ایک ایک لمحہ اللہ کی شہادت میں گزرتا ہے وہ ہر روز اللہ کی گواہی دے اور اس کا ایک ایک لمحہ ایک ایک سانس ایسے گزرے کہ خدا کے ہونے پر گواہ ہو۔ حضور ﷺ کی غلامی پر گواہی دے۔ یہ دونوں شہادتیں ہیں۔ گویا شہادت حیات بھی ہے اور شہادت موت بھی ہے۔ شہادت حیات والے طبقے میں اولیاء و صالحین، آئمہ مجتہدین اور آئمہ سلف صالحین شامل ہیں۔ جس پر قرآن مجید نے صراحت کے ساتھ بیان کیا ہے۔

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ. (یونس، ۱۰ : ۶۲)

''خبردار! بے شک اولیاء اللہ پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ رنجیدہ و غمگین ہوں گے''۔ (عرفان القرآن)

صحابہ کرامؓ اور اہل بیت اطہارؓ تو تھے ہی اولیاء اللہ مگر ان کے علاوہ بھی ایک طبقہ اولیاء اللہ کا ہے جسے قیامت تک چلنا ہے۔ صحابہ کرامؓ تو اب پیدا نہیں ہوں گے اور نہ اہل بیت اطہارؓ دوبارہ پیدا ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اس ساری امت کو کامل نمونوں سے خالی تو نہیں چھوڑنا تھا۔ یہ نہایت اہم بات ہے کہ جب آقا علیہ الصلوۃ والسلام کا دور اور آپ کے معاً بعد جو دور تھا اسکو اعلیٰ نمونوں سے خالی نہیں چھوڑا اور اسے صحابہ کرامؓ اور آل بیت اطہارؓ اور تابعینؒ و تبع تابعینؒ کے کامل نمونوں سے پر کردیا۔

جب ضرورت کم تھی اس وقت اللہ تعالیٰ کامل نمونوں سے ہزاروں افراد کے ساتھ وہ زمانے پر کردیئے اور جب ضرورت زیادہ ہوگئی تو اب یہ کیسے ممکن ہے کہ زیادہ ضرورت کے ادوار، کامل نمونوں سے اللہ تبارک وتعالیٰ خالی کردے۔ عقل اور انصاف اس کا تقاضا نہیں کرتا۔ اگر بعد کے زمانے ان اعلیٰ نمونوں سے خالی ہوتے تو قرآن مجید کی پہلی آیت میں سیدھا کہا جاتا کہ انعام یافتہ بندے صحابہ کرامؓ، اہل بیتؓ اور تابعینؒ ہیں۔ لہذا ان کی سیدھی راہ دکھا۔ مگر ایسی بات نہیں کی بلکہ ایسے عموم پر رکھا اور فرمایا صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ۔۔۔ ''ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام کیا''۔ اور یہ قیامت تک رہیں گے۔ اگر یہ قیامت تک نہ ہوں تو اس کا مطلب ہے اللہ نے خود ہدایت کا راستہ بند کردیا ہے۔ اللہ نے شرط بیان کی ہے کہ ہمیں سیدھی راہ دکھا اور وہ کون سی ہدایت کی راہ ہے۔ اللہ کے انعام یافتہ بندوں کی راہ تو اگر کوئی زمانہ اللہ کے ہدایت یافتہ بندوں سے خالی ہوجائے تو اس کا مطلب ہے کہ اللہ نے خود ہدایت دینے کا دروازہ بند کردیا ہے کیونکہ جب زیادہ ضرورت ہے لوگوں کو ہدایت کی تو اللہ تعالیٰ وہ سامان ہی ختم کردے تو یہ ممکن نہیں ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں صحابہ کرامؓ کے بعد اب کسی کی کوئی ضرورت نہیں۔ یہ جہالت ہے اور قرآن مجید کو نہ سمجھنا ہے۔ قاعدہ یہ ہے کہ کوئی زمانہ حضور ﷺ کی امت کا کامل نمونوں سے خالی نہیں ہے۔ جو لوگوں کو اللہ کی طرف بلائیں گے۔ اللہ کے رسول کی طرف بلائیں

گے اور اپنی زندگی کے ذریعے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا رنگ دکھائیں گے اور اپنے آئینہ سیرت کے ذریعے رسول پاک ﷺ کے اسوہ سیرت دکھائیں گے، یہ نمونے ہر دور میں رہیں گے۔

تحریک منہاج القرآن بھی اس دور اور صدی کا سب سے بڑا نمونہ ہے۔ تحریک منہاج القرآن رسول نما تحریک ہے یعنی رسول دکھانے والی تحریک ہے۔ رسول کا راستہ دکھانے والی تحریک ہے۔ رسول تک پہنچانے والی تحریک ہے۔ رسول کی معرفت دینے والی تحریک ہے اور یہ اہل بیت اطہارؓ سے بھی جوڑتی ہے صحابہ کرامؓ سے بھی جوڑتی ہے۔ اولیاء و صالحین سے بھی جوڑتی ہے۔ تین سوتے اور چشمے ہیں جو آقا علیہ السلام سے پھوٹے ہیں۔ ا۔صحابہ کرامؓ کا چشمہ۔ ۲۔اہل بیت اطہارؓ کا چشمہ۔ ۳۔اولیاء و صالحینؒ کا چشمہ۔ صحابہ کرام اور اہل بیت اطہارؓ ان کے وجود ایک زمانے میں تھے۔ وہ بعد زمانے میں نہیں آئیں گے پھر ان کی تعلیمات کتابوں سے ملیں گی اور آقا علیہ السلام کی سنت بھی کتابوں میں موجود ہے جن سے اخذ فیض کرتے ہوئے قیامت تک اولیاء و صالحین پیدا ہوتے رہیں گے۔

یہی وجہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مجید میں واضح الفاظ میں مختلف طبقات کی نشاندہی فرمادی ہے جیسے سورہ نساء میں فرمایا:

فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَ الصِّدِّیْقِیْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِیْنَ ج وَ حَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیْقًا. (النسآء۴: ۶۹)

سورہ یونس میں فرمایا:

اَ لَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ. (یونس، ۱۰: ۶۲)

سورہ نحل میں فرمایا:

فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ. (النحل،۱۶: ۴۳)

سورہ توبہ میں فرمایا: وَ کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ. (التوبہ، ۹: ۱۱۹)

یہ جو ساری باتیں فرمائی ہیں ان میں صحابہ کرامؓ اور اہل بیتؓ شامل بھی ہیں اور ان کے علاوہ جو قیامت تک آنے والے ہیں وہ بھی اس کا حصہ ہیں۔

تحریک منہاج القرآن کی خوبی یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ سے بھی جوڑتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ سے بھی جوڑتی ہے اور رسول پاک ﷺ نے امت کے لئے جو تین چشمے کھولے ہیں ان تینوں سے بھی جوڑتی ہے۔ اس طرح یہ پانچ نسبتیں بن گئیں جو تحریک نے قائم کی ہیں۔

ا۔نسبت توحید ۲۔نسبت رسالت ۳۔نسبت صحابہؓ ۴۔نسبت اہل بیتؓ ۵۔نسبت اولیاء و صالحینؒ

تحریک منہاج القرآن نے کامل کمال اور کامل اعتدال کے ساتھ ان پانچوں نسبتوں کو یکجا کیا ہے اور

صرف دعویٰ نہیں بلکہ عمل کرکے دکھایا ہے۔ یہ ہمارے عقیدے کی تعبیر ہے۔

دوسرا نکتہ جو سمجھانا چاہتا ہوں اور جس Message کو آپ لے کر جائیں اور آگے Convey کریں وہ یہ ہے کہ منہاج القرآن تصور دین کیا دیتا ہے؟ دین کا Vision کیا دیتا ہے؟ ہمارے دین کی تمام تعلیمات کن Basic concepts پر مبنی ہیں؟ یا ان کی Basic foundations کیا ہیں؟ یا ان کی بنیادی روح کیا ہے؟ وہ پانچ چیزیں ہیں جس سے ہمارے دین کا Vision قائم ہوتا ہے۔ اور یہ تحریک منہاج القرآن کی انفرادیت ہے۔ ہمارا تصور دین عبارت ہے ا۔محبت و مودت۔۲۔امن و سلامتی۔۳۔ادب و احترام۔۴۔علم و معرفت۔۵۔خدمت و نبوت پر۔ ان چیزوں پر ہمارا تصود دین قائم ہے۔

اب جب ہم محبت کی بات کرتے ہیں تو اس کا مطلب ہے کہ ہم ہر تعلق جو دین میں ہے اس کی اساس محبت کو بنائیں گے۔ اس کو آپ نے اپنی Practical life میں لانا ہے۔ کیونکہ یہ کریں گی تو آپ اپنے اس قول میں سچی ثابت ہوں گی۔

اللہ تعالیٰ سے بندے کا تعلق محبت پر کام ہے۔ رسول اقدس ﷺ سے امتی کا تعلق محبت پر قائم ہے۔ صحابہؓ اور اہل بیتؑ سے تعلق محبت پر قائم ہے۔ اولیاء و صالحین سے تعلق محبت پر قائم ہے۔ بڑوں سے تعلق محبت پر قائم ہے چھوٹوں سے تعلق شفقت و محبت قائم ہے۔ اللہ کی خلق، مخلوق سے تعلق محبت پر قائم ہے۔ محبت کی مختلف شکلیں ہوتی ہیں۔ کوئی محبت، ادب و تعظیم میں بدل جاتی ہے۔ کہیں محبت، شفقت و رحمت میں بدل جاتی ہے۔ کہیں محبت، مودت اور اخوت میں بدل جاتی ہے۔ جس طرح کا رشتہ اور جس طرح کی نسبت ہوتی ہے تو وہ محبت اسی طرح کے روپ دھار لیتی ہے۔ مگر اس کی جو روح اور بنیادی Concept ہے وہ محبت ہوتی ہے۔

دوسری میں نے امن و سلامتی کی بات کی تو اس کا معنی یہ ہے کہ تحریک منہاج القرآن کی فکر میں اور اس کے دین کی تعبیر میں اور دین کے تصور میں اور دین کے Vision میں کسی سطح پر اس میں انتہا پسندی (Exteremism) اور دہشت گردی (Terrorism) نہیں ہے۔ جب یہ دونوں چیزیں نہیں تو صاف ظاہر ہے کہ پھر تشدد کہاں سے آئے گا۔

تحریک منہاج القرآن روئے زمین پر امت مسلمہ اور دینی جماعتوں میں Extremism اور Terrorism کی سب سے بڑی دشمن ہے۔ کسی Stage اور کسی سطح پر ہمیں انتہا پسندی گوارا نہیں ہے۔ ہم اس کو دین کے خلاف سمجھتے ہیں۔ خواہ سوچ میں انتہا پسندی ہو یا آپس کے معاملات میں ہو۔ یہ بات اس لئے بتا رہا ہوں کہ عقیدہ اور فکر دونوں کو درست کرنا چاہئے۔ یہ دو الگ چیزیں ہیں۔ عقیدہ (Belief اور Faith) سے Theology بنتی ہے اور سوچ و فکر (Thought) سے Idealogy بنتی ہے۔ آپ کو اپنی Theology

اور اپنی Idealogy میں Clear ہونا چاہئے۔ دونوں کو جمع کریں تو یہ آپ کا فلسفہ بنتا ہے۔

کوئی آپ سے پوچھے کہ تحریک منہاج القرآن کی Philosophy کیا ہے؟ تو بتائیں کہ ہمارا اعتقادی اور فکری و نظریاتی فلسفہ امن و سلامتی پر قائم ہے۔ ہر جگہ اور ہر ایک تعلق میں امن ہے، رحمت ہے۔ ایک دوسرے کے حقوق کی ادائیگی ہے۔ ایک دوسرے کا بڑا ادب و احترام ہے۔ چھوٹے کے ساتھ شفقت و محبت ہے۔ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ محبت و رحمت ہے۔ ایک دوسرے کے ساتھ بھلائی ہے حتی کہ غیر مسلموں کے ساتھ بھی ہمارا تعلق امن و سلامتی اور بھلائی کے ساتھ قائم ہے۔ ہمارا Concept وہ ہے جو آقا علیہ الصلوۃ والسلام نے دیا ہے کہ غیر مسلموں کے جان و مال کی قدر و قیمت اسی طرح ہے جیسے مسلمان کی۔ نہ ان کی جائیداد کو تلف کر سکتے ہیں اور نہ ان کے مال کو لوٹ سکتے ہیں کہ مسلمانوں کی Society میں اگر غیر مسلموں کے گھر خنزیر اور شراب رکھی ہے اور مسلمان کوئی اس خنزیر کو مار دے اور شراب کو انڈیل دے، برتن توڑ کر نقصان پہنچادے تو اس مسلمان جس نے خنزیر اور شراب کو ختم کر دیا اس پر اسکا تاوان واجب ہے۔ غیر مسلموں کو اس کا Fine ادا کریں گے اور قیمت ادا کریں گے۔ حالانکہ اسلام میں یہ چیزیں نجس اور حرام ہیں۔ مگر نجس اور حرام کا حکم ان کے لئے نہیں تھا۔ ان کی تو Property تھی۔ ان کا مال تھا۔ مسلمان کے پاس ہو تو یہ مال ہی شمار نہیں ہوتا۔ اگر کسی مسلمان نے (معاذ اللہ) خنزیر پال رکھا ہو یا اللہ نہ کرے کسی مسلمان نے گھر میں شراب رکھی ہو تو کوئی اسکو توڑ دے اور خنزیر کو مار دے تو کوئی تاوان نہیں۔ اس لئے کہ شریعت اس کو مال ہی نہیں مانتی۔ اگر غیر مسلم کے پاس یہ دونوں چیزیں ہوں تو یہ ان کا مال ہے کیونکہ ان پر تو احکام شریعت لاگو نہیں ہوں گے۔ وہ اپنے عقیدے پر ہوں گے۔ ان کے مال کو اگر کوئی مسلمان نقصان پہنچادے تو مسلمان پر اسکا تاوان دینا واجب ہے۔

آپ نے دیکھا کہ کتنا امن و سلامتی والا دین ہے کہ غیر مسلموں کے لئے بھی جو دین ان کے خنزیر اور شراب کو تلف کرنے کی اجازت نہیں دیتا وہ ان کی دیگر مال و جان اور Properties کو کس طرح تلف کرے گا۔ ہماری Societies میں انتہا پسندی اور جہالت ہے اور جہالت بھی انتہا پسندی کا سبب بنتی ہے۔ دین اسلام میں جانوروں کے ساتھ بھی امن و سلامتی کا رشتہ ہے، جانوروں کو مارنے کی اجازت نہیں، انہیں اذیت دینے کی اجازت نہیں۔ اسلام سراسر دین رحمت ہے جس کا اندازہ یہاں سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس کے تین درجے ہیں۔ اسلام، ایمان، احسان اور تینوں لفظوں کے اندر امن و سلامتی کا معنی پایا جاتا ہے۔

خیر کا معنی ہے ہمیشہ شر کو دور کرنا اور سیئہ (برائی) کو حسنہ (اچھائی) سے دور کرنا، ظلم کو احسان کے ساتھ دور کرنا، یہ امن و سلامتی کا Concept ہے جس کو آپ نے عملی زندگی میں نافذ کرنا ہے۔ آپ اس کا پیکر بنیں۔ ایسا نہ ہو کہ تقریر اسی موضوع پر کر رہی ہوں تو کوئی عورت اٹھ بیٹھ رہی ہو یا اس کا بچہ رو رہا ہو تو اسی کو کوسنا شروع

کردیں کہ کس کا بچہ ہے؟ محفل کے آداب کا خیال نہیں ہے۔ میری تقریر Disturb کردی ہے۔ امن وسلامتی کی تقریر میں اس طرح غصہ نکالنا امن وسلامتی نہ ہوا بلکہ یہ دھوکہ بازی ہے۔ امن وسلامتی تو یہ ہے کہ پھر طبیعتیں امن وسلامتی والی بن جائیں، مزاج بھی پرامن بن جائیں، جس سے دوسروں کو تکلیف نہ ہو۔ اس Message کو بھی پھیلائیں اور اپنے اندر بھی پیدا کریں تا کہ لوگ جب آپ سے ملیں تو ان کو ٹھنڈک، قرار اور سکون ملے۔ وہ امن سلامتی محسوس کریں کہ کسی سلامتی والے بندے یا کسی سلامتی والی خاتون سے مل کے آرہے ہیں۔

تیسری چیز ہمارے Vision of islam میں ادب ہے۔ اس کی جمع آداب (Atiquets) ہے، Manners ہیں۔ ہر ایک کے ساتھ اچھے تعلقات ہیں۔ ہم اس ادب کوملحوظ رکھنا دین کی روح سمجھتے ہیں۔ بہت سے لوگ ہیں جو پرواہ ہی نہیں کرتے مگر ہم ادب کو علم پر بھی مقدم جانتے ہیں۔ ادب کے لئے تربیت ہے اور علم کے لئے تعلیم ہے اور تربیت تعلیم پر مقدم ہے۔ ادب آتا ہے تربیت سے۔

اس تربیت میں بڑا اہم کردار صحبت کا ہوتا ہے۔ صحبت جسمانی اور صحبت روحانی بھی ہوتی ہے۔ دور کی صحبت بھی ہے جیسے یہ کیسٹس ہیں، ویڈیوز ہیں Dvd's ہیں، ویڈیو کانفرنسز ہیں آپ سامنے بیٹھے ہیں گفتگو ہورہی ہے۔ QTV ہے خطاب ہورہے ہیں۔ یہ سب صحبت کی شکلیں ہیں، پہلے زمانے میں صحبت اختیار کرنے کے لئے لوگ لمبے سفر کرکے مجلس میں بیٹھتے تھے اب موجودہ دور میں اتنی ترقی ہوگئی ہے کہ آپ اگر خطاب کی Dvd لگا کر بیٹھ جائیں تو ایسے ہے جیسے سامنے صحبت میں آکر بیٹھ گئی ہوں۔

صحبت اختیار کرنے کے لئے آپ کو ایک Conceptual direction create کرنی ہے ایک Dimention بنانا ہے۔ ایک نیت اور دھیان قائم کرنا ہے۔ صحبت کا مقصد تربیت ہونی چاہئے محض حصول برکت نہیں۔ ہمارے ہاں صحبت کا مقصود صرف حصول برکت رہ گیا ہے۔ جبکہ صحبت کا اصل مقصد تربیت ہے۔ جس نے تربیت حاصل نہیں کی گویا اس نے صحبت اختیار نہیں کی۔ پھر یہ خالی بیٹھنا ہوگا۔ آقا علیہ الصلوۃ والسلام کی بارگاہ میں ابوجہل، ابولہب اور کفار ومشرکین بھی آتے اور بیٹھے تھے اور مدینہ طیبہ میں حضور علیہ السلام کی مجالس میں کئی سالوں تک منافقین بھی بیٹھتے رہے۔ سفر وحضر میں بھی ساتھ ہوتے تھے۔ پیچھے کھڑے ہوکر نماز بھی پڑھتے تھے۔ جس کو قرآن مجید نے کہا:

وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى ۙ يُرَآءُوْنَ النَّاسَ. (النساء، ۴:۱۴۲)

''اور جب وہ نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو سستی کے ساتھ (محض) لوگوں کو دکھانے کے لئے کھڑے ہوتے''۔ (عرفان القرآن)

اب نماز سے بڑھ کر ظاہری صحبت کیا ہوسکتی ہے۔ مگر مذکورہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے اسے صحبت نہیں مانا

کیونکہ اس ساتھ کو صحبت کہتے ہیں جس سے بندہ تربیت حاصل کرے اور اپنی زندگی میں اس کو منعکس اور منتقل کرے صحبت کے فیض سے اس تربیت کا مقصود ہے کہ وہ باادب بنے۔

اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا ادب ہے، صحابہؓ و اہل بیتؓ کا ادب ہے، اولیاء و صالحینؒ کا ادب ہے، بڑوں اور والدین کا ادب ہے۔ چھوٹے بچوں اور اولاد کا ادب ہے، بچوں کا ادب کیا ہے؟ ادب کی تعریف یہ ہے کہ حقوق کی ادائیگی کو ادب کہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جانوروں اور کتے کا بھی ادب ہے، رشتہ داروں اور پڑوسیوں کا بھی ادب ہے، ادب کا Concept بڑا وسیع ہے، یاد رکھ لیں جس کے ساتھ آپ deal اور Behave کررہے ہیں اس کا جو حق آپ کے ذمے بنتا ہے اس کو صحیح طریقے سے ادا کرنے کو ادب کہتے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ کا جو حق بنتا ہے اس کی ادائیگی ادب ہے۔ رسول ﷺ کا جو حق امت پر ہے اس کی ادائیگی ادب ہے۔ بڑوں کا حق جو چھوٹوں پر ہے اس کی ادائیگی ادب ہے۔ چھوٹوں کا جو حق بڑوں پر ہے اس کی ادائیگی ادب ہے۔ پڑوسیوں کا پڑوسیوں پر جو حق ہے اسے ادا کرنا ادب ہے۔ مخلوق خدا سمجھ کر جانوروں اور پرندوں کے حقوق ادا کرنا ادب ہے تاکہ انہیں اذیت نہ دی جائے اور نہ ہی بھوکا پیاسا رکھا جائے۔

میں کہا کرتا ہوں کہ دین سارا ادب کا نام ہے۔ دین علم نہیں ہے ادب ہے۔ اگر دین اصلاً علم ہوتا تو اسکی بنیاد ایمان بالغیب پر نہ رکھی جاتی۔ ایمان بالغیب یعنی بن دیکھے مان لینے میں علم کی نفی ہے جو Source of knowledge ہے یعنی پڑھنا، لکھنا، سیکھنا، سمجھنا اس کے بغیر ماننا ادب ہے اور دیکھ بھال اور سمجھ کے ماننا علم ہے اور اللہ تعالیٰ نے ایمان اور دین کی بنیاد ایمان بالغیب پر رکھی ہے۔ گویا دین ادب ہے۔ اولیاء اللہ کہا کرتے ہیں کہ دین سارا ادب ہے اور وہ زندگی کا طویل زمانہ ادب سیکھنے میں صرف کرتے۔ اس لئے آقا علیہ الصلوۃ والسلام نے جو امت کی تربیت فرمائی اور قرآن حکیم میں بھی اللہ تعالیٰ نے فرائض نبوت یا فرائض چہارگانہ نبوت یا فرائض پنجگانہ میں تربیت جو ادب سیکھنا ہے کو پہلے اور علم کو بعد میں ذکر کیا ہے۔

كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَ يُزَكِّيْكُمْ وَ يُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ يُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ. (البقرہ، ۲: ۱۵۱)

’’اسی طرح ہم نے تمہارے اندر تمہیں میں سے (اپنا) رسول بھیجا جو تم پر ہماری آیتیں تلاوت فرماتا ہے اور تمہیں (نفساً و قلباً) پاک صاف کرتا ہے اور تمہیں کتاب کی تعلیم دیتا ہے اور حکمت و دانائی سکھاتا ہے اور تمہیں وہ (اسرار معرفت و حقیقت) سکھاتا ہے جو تم نہ جانتے تھے‘‘۔ (عرفان القرآن)

اس آیت کریمہ میں واضح طور پر فرمایا گیا کہ رسول اللہ ﷺ پہلے تم پر ہماری آیتیں تلاوت فرماتے ہیں تاکہ اس سے تم میں نور پیدا ہو اور اس نور سے تمہیں کو شعور ملے۔ ایک تڑپ پیدا ہو پھر تزکیہ کرتے ہیں یعنی

صحبت کے ذریعے تمہیں ادب دیتے ہیں تاکہ تمہیں باادب بنائیں پھر تعلیم کتاب وحکمت سے نوازتے ہیں۔

یہ Steps ہیں جن میں ادب مقدم ہے اور علم موخر ہے۔ اس لئے جس علم سے پہلے ادب نہ آیا وہ علم ہمیشہ بندے کو گمراہ کرتا ہے۔ جو لوگ گمراہ ہوگئے آپ کیا سمجھتے ہیں ان کے پاس علم نہیں تھا۔ ان کے پاس بھی علم تھا اور جو آج کے زمانے میں گمراہ ہیں کیا ان کے پاس علم نہیں ہے؟ علم ہے مگر ادب نہیں ہے۔ ادب، علم کو نور میں بدل دیتا ہے ادب، علم کو نافع بناتا ہے۔ ادب بندے کو عاجزی اور انکساری کا پیکر بناتا ہے۔ یہ تیسری چیز تھی جو ہمارے وژن میں ہے۔ چوتھی چیز علم ومعرفت ہے۔ ہر چیز کو سیکھنا چاہئے علم والے اور بغیر علم والے کبھی برابر نہیں ہوتے اور تحریک منہاج القرآن اسی علم کے لئے آپ کو کبھی عرفان القرآن کورس میں بلواتی ہے کبھی سات روزہ چھوٹے تربیتی کورس میں اور کبھی طویل کورسز کے لئے اور مختلف کیمپوں میں جو منعقد ہوتے ہیں اسکا مقصد تربیت اور تعلیم کا حصول ہے۔

ہمارے ہاں جو اصطلاح استعمال ہوتی ہے وہ تعلیم و تربیت ہے جو ایک لفظی اور صوتی ترتیب بن گئی ہے مگر حقیقت میں پہلے تربیت ہے پھر تعلیم یعنی تربیت و تعلیم۔ ایک خاص نکتہ بتادوں کہ اگر تعلیم کو پہلے لے لیں تو تعلیم مکمل کرنے کے بعد کبھی تربیت نہ ہوگی کیونکہ وہ تعلیم، بڑائی اور تکبر پیدا کردیتی ہے جو تربیت کے بغیر ہو۔ پھر وہ سمجھتا ہے مجھے سارا پتہ چل گیا ہے۔ وہ جو بات کرے گا کہے گا کہ آپ کو کیا پتہ مجھے سارا پتہ ہے۔

لہذا اگر تعلیم پہلے ہوگئی اور تربیت نہ ہو تو تعلیم کے بعد تربیت نہ ہوگی۔ یہاں آپ کو دلچسپ اور لطیف نکتہ بتاؤں کہ حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے جب کعبہ تعمیر کیا اور پھر رسول اللہ ﷺ کی بعثت کی التجا کی اور دعا کی کہ باری تعالیٰ ایسا رسول نبی آخرالزمان ﷺ بھیج کہ وہ یہ کام کرے تو جو عرض کیا اس میں جو ترتیب آپ کی زبان مبارک سے نکلی وہ یہ ہے:

رَبَّنَا وَابۡعَثۡ فِيۡهِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡهُمۡ يَتۡلُوۡا عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِکَ وَ يُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ وَ يُزَكِّيۡهِمۡ.

(البقرہ، ۲: ۱۲۹)

’’اے ہمارے رب ان میں انہی میں سے (وہ آخری اور برگزیدہ) رسول (ﷺ) مبعوث فرما جو ان پر تیری آیتیں تلاوت فرمائے اور انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دے (کر دانائے راز بنادے) اور ان (کے نفوس وقلوب) کو خوب پاک صاف کردے‘‘۔ (عرفان القرآن)

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا میں تعلیم کی بات پہلے عرض کی اور تزکیہ کی بات بعد میں لیکن جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس دعا کو قبول کیا تو تزکیہ یعنی تربیت کو پہلے رکھا پھر تعلیم کو رکھا۔ اگلے رکوع میں ارشاد فرمایا:

كَمَآ اَرۡسَلۡنَا فِيۡكُمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡكُمۡ يَتۡلُوۡا عَلَيۡكُمۡ اٰيٰتِنَا وَ يُزَكِّيۡكُمۡ وَ يُعَلِّمُكُمُ الۡكِتٰبَ وَ الۡحِكۡمَةَ.

(البقرہ، ۲: ۱۵۱)

''اسی طرح ہم نے تمہارے اندر تمہیں میں سے (اپنا) رسول بھیجا جو تم پر ہماری آیتیں تلاوت فرماتا ہے اور تمہیں (نفساً وقلباً) پاک صاف کرتا ہے اور تمہیں کتاب کی تعلیم دیتا ہے اور حکمت و دانائی سکھاتا ہے''۔

جب قبولیت کا Message آیا تو اللہ تعالیٰ نے ترتیب کی Correction کرتے ہوئے اسے تبدیل کر دیا۔ اور فرمایا نہیں ابراہیم وہ تزکیہ اور تربیت پہلے کرے گا۔اور تعلیم کتاب وحکمت بعد میں دے گا۔ یہی وجہ ہے کہ اسی تربیت سے صحابہ کرامؓ اور اہل بیت عظامؓ بنے۔ اگر پہلے تعلیم ہوتی اور تربیت رہ جاتی تو پھر یہ جماعت صحابہ کرامؓ اور اہل بیتؓ کے کامل نمونے تیار نہ ہوتے۔ جب ہم آقا علیہ السلام کی سیرت طیبہ کا مطالعہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ مکی زندگی کے پہلے تیرہ سال تربیت کے ہیں اور مدنی زندگی میں تعلیم دی گئی۔ تعلیم وتعلم کے حوالے سے بہت زیادہ Subjects جو قرآن مجید میں ہیں وہ مکی زندگی میں نہیں اترے بلکہ وہ سب مدنی زندگی میں اترے۔ گویا تربیت مکہ معظّمہ میں ہوئی او تعلیم مدینہ طیبہ میں ہوئی۔ یہ بات بھی قابل غور ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو مبعوث فرمایا تو ایسی Society کو نہیں چنا جو بہت زیادہ تعلیم یافتہ اور فلسفی کیونکہ ان کو اپنے علم پر بڑا گھمنڈ ہوتا ہے۔

اگر تعلیم یافتہ لوگوں میں مبعوث کیا جاتا تو پھر یونان میں یا Romen empire میں کیا جاتا کیونکہ اس وقت یہ Science کی Civilization تھی۔ لیکن قرآن پاک کی رو سے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو ان پڑھ لوگوں میں مبعوث کیا گیا۔ ارشاد ربانی ہے:

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ. (الجمعة، ۶۲ : ۲)

''وہی ہے جس نے ان پڑھ لوگوں میں انہی میں سے ایک (باعظمت) رسول (ﷺ) کو بھیجا''۔ (عرفان القرآن)

ان پڑھوں کا مطلب یہ ہے کہ ان کے پاس تعلیم نہیں تھی۔ کیونکہ ان لوگوں کے پاس گھمنڈ نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ آقا علیہ الصلوۃ والسلام نے پہلے ان کی تربیت کر کے اچھا انسان بنایا پھر ان کو تعلیم دی کیونکہ تربیت کے بعد تعلیم انسان کو کمال عطا کرتی ہے۔

شعور ہمیشہ تربیت سے ملتا ہے۔ بعض اوقات بڑے بڑے کم تعلیم یافتہ لوگوں کا شعور زیادہ ہوتا ہے اور بعض اوقات لوگ Ph.d کر لیتے ہیں، اعلیٰ ڈگریاں لے لیتے ہیں مگر شعور کا فقدان ہوتا ہے۔ پاکستانی Society میں زیادہ پڑھے لکھے لوگ خود اس بات کا عملی نمونہ اور شہادت ہیں۔ کئی لوگ ان پڑھ اور سادہ ہوتے ہیں مگر پتے کی بات انہیں معلوم ہوتی ہے اور سادہ سادہ باتوں میں شعور کی بات کر جاتے ہیں۔

پانچویں چیز خدمت اور فتوت ہے یعنی ہر ایک کے ساتھ حسن خلق سے پیش آنا۔ ایثار کرنا، دوسرے کی

تکلیف دور کرنا، ہر ایک کی خدمت کرنا۔ اپنے حقوق دوسرے پر قربان کرنا، خود تکلیف اٹھانا دوسرے کی تکلیف کو رفع کرنا، ہر لمحہ اپنے بھائیوں ، بہنوں اور والدین کی خدمت کرنا، تحریک منہاج القرآن کے گوشہ درود میں آنے والوں کی خدمت کرنا بلکہ وہ ان کی خدمت کریں اور یہ ان کی خدمت کریں۔ سب ایک دوسرے کی خدمت کریں۔ اس کی ایک مثال دیتا ہوں۔ اولیاء کرام کا واقعہ ہے۔ وہ فرماتے ہیں ہم ایک جگہ کسی ولی اللہ کے پاس ملاقات کے لئے گئے۔ ہم چالیس افراد کی جماعت تھے۔ انہوں نے ہمارے لئے کھانا تیار کروایا۔ کھانا تھوڑا تھا اور چالیس آدمیوں کو پورا نہیں ہوتا تھا۔ انہوں نے دستر خوان لگا کر رکھ دیا سب نے دیکھ لیا پھر میزبان نے چراغ گل کر دیئے اور کہا بسم اللہ کریں۔ جب لائٹ آف کر دی تو کافی دیر تک برتنوں کی آواز آتی رہی مگر جب Light on کی گئی تو ساری پلیٹیں اور ڈونگے بھرے پڑے تھے کسی ایک نے بھی کھانا نہیں کھایا۔ جبکہ ہر کوئی اپنے ہاتھ مار کر ظاہر کرتا رہا کہ میں کھا رہا ہوں اور کھایا اس لئے نہیں کہ ہر ایک کا خیال تھا کہ کھانا چونکہ کم ہے لہذا میں نے کھا لیا تو دوسرا بھوکا نہ رہ جائے۔ ہر کوئی یہی خیال کرتا رہا کہ میں نے کھا لیا تو دوسرے کو کم نہ پڑ جائے۔ یہ ایثار اور قربانی کا عظیم عملی مظاہرہ تھا۔ یہ تصور خدمت ہے۔ اس کو فتوت کہتے ہیں۔

تحریک منہاج القرآن اس پر زور دیتی ہے۔ اب آپ اس پر معلوم نہیں کتنی محنت اور عمل کرتی ہیں؟ یہ پانچ چیزیں جب ملتی ہیں تو یہ تصور دین بنتا ہے باقی سب قصے کہانیاں ہیں۔ لوگوں کے ساتھ دھوکہ بازی ہے۔ بس میں یہ کہوں گا کہ دھوکہ بازی سے پرہیز کریں اور جو دین کی اصل روح ہے اسکو سمجھیں۔ اس کو زندگی میں اجاگر کریں اور اس کی تبلیغ کریں۔ اس کو دوسروں تک پہنچائیں اور سب سے بہتر تبلیغ آپ کی اپنی Life ہے آپ کا اپنا Demonstration ہے۔

اللہ پاک آپ کو کامیابی دے۔ اس Message کو ایک ایک گھر پہنچائیں۔ دعوت کو فروغ دیں۔ ہر ایک کو اس کی کیسٹ دیں اس کو دعوت کا بذریعہ بنائیں اور اس کے ذریعے افرادی قوت اور تنظیمات بڑھائیں کوئی جگہ Union Councils تک خالی نہ رہے جہاں مشن کا Message نہ پہنچے۔ اس کے بغیر اس society میں مصطفوی انقلاب نہیں آئے گا۔ پاکستان تباہی اور ہلاکت کے دہانے پر کھڑا ہے۔ دنیا بہت آگے نکل گئی ہے۔ پاکستان بہت پیچھے چلا گیا ہے۔ اب تو وہ گڑھے میں گرنے کے قریب جا پہنچا ہے جس کے لئے روک تھام آپ نے کرنی ہے۔ بس آپ سمجھیں روک تھام کیسٹس کے ذریعے کرنی ہے۔ ایک گھر کو اگر پانچ کیسٹس سنا دیں تو میں امید کرتا ہوں اس گھر میں انقلاب آجائے گا۔ گھروں میں جب تبدیلی آئے گی تو وہ تحریک کا حصہ بنیں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کا حامی و ناصر ہو اور کامیابی و کامرانی عطا فرمائے۔ (آمین)